

انجیل متی کی تاریخ تصنیف

نادر عقلی الضاری

عہد نامہ جدید کے مختلف حصوں کی تاریخ تصنیف کا تعین بائبل کے علوم کے ماہرین کے لئے غیر معمولی دل چسپی کا حامل رہا ہے اور اسے ہر دور کے جدید عیسائی علماء اور محققین نے تحقیق و توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ بے یقینی اور ارتیاب کے اس میدان میں دو ہزار سال کی کوشش بھی کوئی اتنی جواب نہیں پیش کر سکی۔ ایک نئے قاری کو جب اس سوال سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ اختلاف آراء اور ظن و تخمین کے اس حیرت کدے میں قدم رکھتے ہی وحشت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب امریکی ہفت روزہ ٹائم، Time کے ایک شمارے (۲۳ جنوری ۱۹۹۵ء) میں کارسٹن پیٹر تھائیڈی Carston Peter Thiede کی اس تحقیق کا تعارف شائع ہوا جس میں اس نے انجیل متی The Gospel of Matthews کی تصنیف کا سال ۷۰ کو قرار دیا ہے۔ تو اسے محض ایک اور رائے سمجھ کر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ اس جرمن محقق کا دعویٰ ہے کہ متی کے سن تصنیف کے بارے میں مشہور قول جو اسے ۷۰ء کی تصنیف قرار دیتا ہے نظر ثانی کا محتاج ہے۔ اس کے خیال میں اسے ۷۰ء کی تصنیف سمجھنا زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس سلسلے میں اس کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔

انجیل متی کے یونانی نسخے کے تین پرزے جو ۱۹۰ء میں مصر میں دریافت ہوئے اور ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئے۔ اس انجیل کے وہ قدیم ترین باقیات ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں یہ آکسفورڈ کے گد لینی کالج میں محفوظ ہیں۔ اور گد لینی پارے Magdalen Fragments کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بمشکل چند مربع انچ کے برابر ہوں گے۔ ان پر متی کے باب ۲۶-۲۷ کی

کچھ آیات کے اجزاء اب بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔ تھائیڈی ان کے رسم الخط کو پہلی صدی عیسوی کے رسم الخط سے مماثل پاکر یہ استدلال کرتا ہے کہ یہ وہ رسم الخط ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد ہی میں متروک ہونا شروع ہو گیا تھا۔ لہذا اسے نشہ کی تصنیف بتانا درست نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ انجیل نشہ میں لکھی گئی تھی، تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اس قدر جلد اس کا اتنا ابتدائی نسخہ مصر جا پہنچا ہو۔ لہذا یہ بات زیادہ قرین قیاس ہوگی کہ یہ انجیل اس سے کم از کم دس برس پہلے لکھی گئی ہو۔ تھائیڈی کی اس تحقیق کے نتائج اس لئے اہم ہیں کہ ان کے درست ہونے کی صورت میں یہ امر ثابت ہو جائے گا کہ مئی کی تصنیف کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے کئی چشم دید گواہ موجود تھے، اور ان کے اصحاب کی زندگی میں شائع و رائج ہونے والی انجیل ظاہر ہے کہ بڑی حد تک ثقہ ہوگی اور وہ سنی سنائی اور بے بنیاد روایت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ اب اکثر خیال کیا جاتا ہے۔

تھائیڈی کا استدلال ان نسخوں کے مخصوص یونانی رسم الخط کی جانچ پر کچھ پر منحصر ہے۔ وہ خود بھی اعتراف کرتا ہے کہ قدیم مخطوطات کی تاریخ تصنیف متعین کرنے کا یہ طریقہ خطرات سے بھرپور ہے۔ تاریخ تصنیف طے کرنے کی غرض سے قدیم نسخوں کے تجزیے Dating کے لئے اب کیمیائی عمل کے نئے طریقوں سے مدد لی جاتی ہے، جو اپنی سائنسی خوبیوں کے باوجود حتمی نہیں ہوتے۔ رسم الخط کے راستے سے تاریخ تک پہنچنے کا تو ذکر ہی کیا، کیونکہ یہ تو کسی اعتبار سے بھی ایک معروضی تکنیک نہیں ہے۔ اب تک جن قدیم نسخوں کی کسی حد تک درست تاریخ متعین کی جاسکی ہے اس میں ریڈیو کاربن Radio carbon dating اور پوٹاشیم آرگون potassium Argon Dating کے ذرائع کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان ہی طریقوں سے کسی قطعیت کے ساتھ مگد لینی پاروں کی قدامت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ لیکن تھائیڈی نے اعتراف کیا ہے کہ یہ مخطوطات اس قدر خستہ حالت میں ہیں کہ ان دونوں میں سے کسی بھی کیمیائی عمل کے متحمل نہیں ہو سکتے اور ان مخطوطات کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ لہذا یہ سائنسی طریقے بھی اس مسئلے کو حل کرنے میں ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اور ان کی تاریخ تصنیف کے بارے میں یہ نئی رائے بھی ظن و تخمین کے درجے سے آگے نہیں بڑھتی۔

دراصل بائبل کی کسی بھی تحریر کے بارے میں، خواہ وہ پرانے عہد نامے کی ہو یا نئے کی بنیادی سوال یہ نہیں ہے کہ اس کا سن تحریر کیسا ہے، بلکہ بنیادی اہمیت ان سوالات کی ہے کہ:

- ۱۔ کتاب کا مصنف کون ہے؟ (کیونکہ تحریر کی ثقاہت کا انحصار اس پر ہے)
- ب۔ کیا مصنف چشم دید واقعات بیان کر رہا ہے اور الہام کا مدعی ہے؟
- ج۔ اگر وہ کسی اور کی شہادت پر انحصار کر رہا ہے تو اس صورت میں اس راوی کا حال اور اس کا علمی شاہد ہونا معلوم ہے یا نہیں؟
- د۔ واقعے کے بیان کا انحصار ایک شخص پر ہے یا اس کی تائید کے لئے اضافی مواد موجود ہے؟
- ۵۔ یہ تمام سوالات تحریر کے بارے میں خارجی شہادت کو سامنے لاتے ہیں۔ اس کے بعد یہ بھی دیکھا جائے گا کہ خود تحریر کا متن اس سلسلے میں کیا دعویٰ کرتا ہے؟ (یعنی داخلی شہادت پر بحث ہوگی)۔

اگر ان سوالات کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو انجیل متی، یکسر ناقابل اعتبار ٹھہرتی ہے۔ نہ تو اس کے مصنف کا نام معلوم ہے، نہ اس کے حالات (یعنی اس کا ثقہ یا غیر ثقہ ہونا) نہ وہ الہام کا دعویٰ کرتا ہے، نہ چشم دید واقعات بیان کرنے کا مدعی ہے، اور نہ وہ کسی چشم دید راوی ہی کا حوالہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ان تمام واقعات کی صحت کا انحصار ان ہی دو چار اناجیل پر ہے جو ہر باب اور ہر آیت پر ایک دوسرے سے کثرت اختلاف کی وجہ سے پکار پکار کر کہتی ہیں کہ یہ محض سنی سنائی کہانیاں ہیں اور بس۔ اور جب ہم اس کے متن پر غور کرتے ہیں تو تاریخی اغلاط تضادات، غلط بیانیوں، غلط حوالوں اور خیال آرائیوں کی ایک دنیا آباد پاتے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ ضروری تھا تاکہ واضح ہو جائے کہ انجیل متی کی صحت و اصلیت اور مبنی بروہی ہونے کا معاملہ یہاں زیر غور نہیں ہے اور نہ وہ تھائید می کے دعوے کی صداقت پر منحصر ہے، بلکہ یہاں تو فقط متی کی اس انجیل کا سن تصنیف زیر بحث ہے، جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ بالقرن اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ یہ انجیل عہد مسیح میں یا اس کے بعد لکھی گئی، تو بھی اس انجیل کا

الہامی اور مستند ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

انجیل متی کے لکھے جانے کی درست تاریخ معلوم کرنے سے پہلے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ انجیل، اصلاً، کس زبان میں لکھی گئی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آرامی زبان بولتے تھے، جو عبرانی Hebrew کی ایک شکل تھی، جب کہ متی کی انجیل کا قدیم ترین نسخہ، جو اب موجود ہے، یونانی زبان میں ہے۔ اس کی دو ہی ممکن توجیہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ انجیل، اصلاً، یونانی GREEK زبان میں لکھی گئی اور دوسری یہ کہ اصلاً، تو یہ آرامی Aramaic زبان میں تھی، لیکن بعد میں اس کا ترجمہ یونانی میں کیا گیا اور اب اصل آرامی نسخہ معدوم ہو جانے کے بعد اس کا انحصار فقط یونانی ترجمے ہی پر رہ گیا۔

پہلی توجیہ ماننے کی صورت میں بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں:

اس سے متن کی ثقاہت مزید مشکوک ہو جاتی ہے اور اس میں منقول حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کی روایت باللفظ کے بجائے بالمعنی قرار پاتی ہے۔ یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مصنف نے کہاں تک نفس مضمون کی حفاظت کی ہے۔ خاص طور پر زیر غور معاملے میں تو یہ شک اور بھی قوی ہو جاتا ہے، کیونکہ یہاں نہ تو مصنف کا نام معلوم ہے، جو حضرت مسیحؑ کے آرامی زبان میں ادا کئے گئے اقوال کو یونانی میں منتقل کر رہا ہے اور نہ تاریخی معلومات میسر ہیں جن سے اس کی قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکے جس متی نامی شخص کا خود متی کی انجیل میں ذکر ہے، اس کے حالات پڑھنے سے تو یہ امر تقریباً ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس قسم کی ادبی تصنیف کا اہل نہیں دوسرے یہ کہ جس یہودی تہذیب کی کوکھ سے یہ نیا مسلک جنم لے رہا تھا اس میں مذہبی صحیفوں کو بالعموم عبرانی زبان میں محفوظ کیا جاتا تھا۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم انجیل متی کے بارے میں فرض کریں کہ وہ اس روایت کے علی الرغم، یونانی میں لکھی گئی ہوگی، بالخصوص جب کہ پہلی صدی کے مسیحی مبلغوں کے مخاطب صرف آرامی بولنے والے اسرائیلی ہی تھے اور انھیں غیر قوموں کو دعوت دینے سے صراحت کے ساتھ روکا گیا تھا۔ تیسرے یہ کہ قدیم عیسائی بزرگ پیپیاں Papias کا جو قول مورخ یوسی بیس Eusebius نے نقل کیا ہے، اس کا انکار

لازم آتا ہے حالانکہ یہ اس ضمن کی قدیم ترین خارجی شہادت ہے:

"Matthew compiled the Sayings in Aramaic language, and everyone translated them as well as he could".

(Eusebius, The History of the Church, 339, Penguin Classics, 1965).

مٹی نے اقوال کو آرامی زبان میں جمع کیا اور ہر کسی نے اپنی استعداد کے مطابق

بہتر انداز میں اس کے تراجم کئے۔

عیسائی رہنما آرینیوس Irenaeus اور اوریگن Origen کی بھی یہی رائے

ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اقوال سے پیپاس کی کیا مراد ہے، لیکن غالب گمان یہی ہے کہ اس سے حضرت مسیح کے اقوال مراد ہیں، جنہیں بعد میں اناجیل اربعہ (جن میں انجیل مٹی بھی شامل ہے) کے مصنفین نے اپنے رسائل میں موقع بہ موقع استعمال کیا ہے۔ لگتا ہے کہ اصل میں یہی وہ انجیل ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور جو حضرت مسیح کے ان اقوال کا مجموعہ تھی جو مٹی بروجی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تحریر ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ لیکن اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اول اول انجیل آرامی زبان ہی میں لکھی گئی۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ انجیل، جو یونانی میں ہے اور اس میں حضرت مسیح کے اقوال کے علاوہ بھی بہت کچھ اضافے ہو چکے ہیں، حضرت مسیح کے بہت بعد وجود میں آئی اور یہ ان کی تعلیمات کو جاننے کا اولین ماخذ نہیں ہے، بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ ایک ثانوی ماخذ کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے۔

اس صورت میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگر یہ انجیل، اصلاً، آرامی زبان میں تحریر ہوئی تو اس کا یونانی ترجمہ جسے تھائیڈی شس سے متعلق کرتا ہے، ہرگز شس کا تصنیف شدہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ قدیم مذاہب کتب اور صحافت کے بارے میں ان کے ماننے والوں کے رویے ہمارے سامنے ہیں۔ بالعموم ان کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کی شدید مخالفت ہوتی رہی ہے۔ بالخصوص ابتدائی دور میں تو اس طرح کی کسی بھی کوشش کو ہر ممکن طریقے سے دبا یا گیا ہے۔

یہودیوں نے صدیوں کے بعد جب سکندریہ میں عہد نامہ عتیق کا پہلا یونانی ترجمہ کیا، جو "سپٹیجینٹ" Septuagint کے نام سے مشہور ہے تو قدامت پسندوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ بعض یہودی ربنی کہتے تھے کہ جب یہ ترجمہ کیا گیا تو تین دن تک زمین پر اس کی نحوست کی وجہ سے اندھیرا چھایا رہا۔ دوسروں نے کہا کہ یہ دن بنی اسرائیل کی زندگی میں ایسا ہی افسوس ناک تھا،

جیسا وہ دن جب انھوں نے موسیٰ کی غیر موجودگی میں پچھڑے کی عبادت کی تھی (میکنزی رقا موسس بائبل ص ۷۸۸) اس رد عمل کی روشنی میں یہ امر خاصا مستبعد ہے کہ مئی کی انجیل کا ترجمہ اتنے ابتدائی دور میں یونانی زبان میں کر دیا گیا ہو۔

انجیل مئی میں موجود داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مروج نسخہ یروشلم کی تباہی کے بعد لکھا گیا، جو نشہ کا واقعہ ہے عیسائی علماء کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ انجیل مئی، انجیل مرقس کے بعد لکھی گئی اور یہ کہ انجیل مرقس نشہ سے نشہ کے درمیان کسی وقت لکھی گئی۔ اس وجہ سے بھی یہ کہنا درست ہے کہ انجیل مئی کا سن تصنیف نشہ سے پہلے نہیں ہو سکتا دوسرے الفاظ میں یہ انجیل حضرت مسیح کے انتقال کے کم از کم چالیس برس بعد ضبط تحریر میں آئی ہوگی۔ اس سے یہ تاثر نہ پیدا ہو کہ مسیحی علماء کو کسی درجہ یقین کے ساتھ یہ تاریخ معلوم ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ محض الٹکل کی بنیاد پر قائم ہے اور عیسائی مورخوں میں مختلف آراء متداول رہی ہیں جن میں سے بعض انجیل کو نشہ کی قرار دیتے ہیں۔ یہاں یہ اضافہ بھی کر دیا جائے تو بے جانا ہو گا کہ اس نوعیت کے اختلافات انجیل مئی کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ عہد نامہ جدید کی تمام کتابوں کا یہی حال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کتب کی تاریخی صحت کا کوئی تقابل قرآن مجید سنت یا حدیث سے نہیں ہو سکتا۔ اگر قواعد روایت کی روشنی میں بغور دیکھا جائے تو تورات اور انجیل کی حیثیت ایک ضعیف روایت سے زیادہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی محققین کسی ایسی دریافت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتے جس سے ان مذہبی صحیفوں کی تاریخ تصنیف دو چار سال پیچھے لے جانی جاسکے۔ ان صحیفوں کا یہی کمزور تاریخی پہلو اور ان کے مندرجات کا ناقابل اعتبار ہونا اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ بندوں پر اپنی مرضی ظاہر کرنے کے لئے، ہدایت کا ایک اور راستہ کھولتا اور اس کو ہر قسم کی تبدیلی، تحریف اور تغیر سے محفوظ رکھتا۔ مسیحی علماء کو قرآن پر اسی نقطہ نظر سے تدبر کرنا چاہیے لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے، محض قصب کی وجہ سے، اپنے آپ کو ہدایت کے ایسے بیشمار قیمت خزانے سے محروم رکھا ہوا ہے۔

حواشی

عہد نامہ جدید New Testament جسے اسلامی لٹریچر میں "انجیل" کہا جاتا ہے، دراصل اس

الہامی کتاب کی موجودہ شکل کا نام ہے جو قرآن کے میان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول 'انجیل' دراصل نام ہے ان الہامی خطبات اور اقوال کا جو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری دھماکی تین برس میں بحیثیت نبی، ارشاد فرمائے۔ وہ کلمات طیب آپ کی زندگی میں لکھے اور مرتب کئے گئے تھے یا نہیں، اس کے متعلق اب ہمارے پاس کوئی ذریعہ معلومات نہیں ہے۔ ممکن ہے بعض لوگوں نے انھیں لوٹ کر لیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سننے والے مشقین نے ان کو زبانی یاد رکھا ہو، بہر حال ایک مدت کے بعد جب آپ کی سیرت پر مختلف رسالے لکھے گئے تو ان میں تاریخی بیان کے ساتھ ساتھ، وہ خطبات اور ارشادات بھی جگہ جگہ حسب موقع درج کر دئے گئے، جو ان رسالوں کے مصنفین تک زبانی روایات اور تحریری یادداشتوں کے ذریعے سے پہنچے تھے۔ آج مئی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی جن کتابوں کو انجیل کہا جاتا ہے، دراصل انجیل وہ نہیں، بلکہ حضرت مسیح کے وہ ارشادات ہیں جو ان کے اندر درج ہیں۔ ہمارے پاس ان کو پہچاننے اور مصنفین سیرت کے اپنے کلام سے ان کو مزید کرنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ جہاں سیرت کا مصنف کہتا ہے کہ مسیح نے یہ فرمایا یا لوگوں کو یہ تعلیم دی، صرف وہی مقامات اصل انجیل کے اجزائیں ہیں۔ قرآن انہی اجزاء کے مجموعے کو انجیل کہتا ہے اور انہی کی تصدیق کرتا ہے۔ آج کوئی شخص ان بکھرے ہوئے اجزاء کو مرتب کر کے قرآن سے ان کا مقابلہ کر کے دیکھے تو وہ دونوں میں بہت ہی کم فرق پائے گا اور جو تھوڑا بہت فرق محسوس ہوگا، وہ بھی غیر متعصبانہ طور و تامل کے بعد آسانی حل کیا جاسکے گا! (تفہیم القرآن، جلد اول ص ۲۳۲ - ۲۳۳)

کہ

Radio Carbon Dating نامیاتی مادوں میں تابکاری عناصر کے تناسب کو ناپنے سے قدیم نمنوں اور دیگر اشیاء کی تاریخ متعین کرنے میں بہت مدد ملی ہے۔ آثار قدیمہ کے میدان میں کاربن (۱۴) کے ذریعے سے بڑی حد تک درست تاریخیں معلوم کی گئی ہیں۔ اس طریقے کو Carbon Dating کہتے ہیں۔ تمام نامیاتی مادوں (یعنی جانوروں اور درختوں) میں کاربن کی دو شکلیں ایک متعین تناسب کے ساتھ موجود ہوتی ہیں۔ ایک کاربن (۱۲) تابکاری نوعیت کا مادہ ہے، اور وقت کے ساتھ نامیاتی انحطاط Decay کے عمل کی وجہ سے اس کی مقدار میں کمی ہو جاتی ہے۔ ہمیں اس کے نامیاتی انحطاط Decay کے عمل کی رفتار معلوم ہے۔ چنانچہ اگر ہم کسی قدیم شے میں کاربن

(۱۳) اور کارینی (۱۴) کی مقدار کا تناسب معلوم کر لیں تو اس شے کی قدامت کا بڑی حد تک درست اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مٹی کی علمی قابلیت جو شخص انجیل مٹی کا مصنف سمجھا جاتا ہے، اس کا ذکر عہد نامہ جدید میں پہلی دفعہ اس طرح کیا گیا ہے:

”یسوع نے وہاں سے آگے بڑھ کر مٹی نام کے ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور

اس سے کہا میرے پیچھے ہوں۔ وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہولیا؛ (مٹی باب ۹، آیت ۹)

مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ محصول لینے والا یہ مٹی، عبرانی زبان کی ایسی استعداد اور تورات و معنی انبیاء کے فہم کے فن کی ایسی جہارت کا حامل نہیں ہو سکتا، جو ایک ادبی و علمی تصنیف کے لئے درکار ہے۔

پسپیاں Papias of Hierapolis قدیم ترین مسیحی مصنفین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ

ایشیائے کوچک میں مقیم رہا اور ۱۲۰ء میں اس نے اپنی مشہور کتاب شرح اقوال مسیح تالیف کی، جس کے اجزاء آج بھی موجود ہیں۔ عیسائی مورخین کے مطابق اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری اور ایک انجیل کے مصنف یوحنا سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ پسپیاں قدیم مسیحی بزرگوں کی اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے جن کی تحریریں ایک زمانے تک عہد نامہ جدید کی الہامی تحریروں میں شامل

کی جاتی تھیں۔ ان میں پسپیاں کے علاوہ اورگن Clement Origen کلیمنٹ

ہرمس Hermas اگنیشیس Ignatius پولیکارپ Polycarp اور دوسرے

بزرگ شامل ہیں۔ ان تمام کے بارے میں خیال ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی نہ کسی حواری کی محبت پائی۔ اصطلاح میں انھیں Apostolic Fathers کہا جاتا ہے۔ یہ گویا مسیحی تاریخ کے تالیفی ہیں۔

نسخہ سبعینہ Septuagint عہد نامہ قدیم کا یونانی زبان میں پہلا ترجمہ ہے جو سکندریہ کے

یہودیوں نے ۲۵۰ ق م سے ۱۰۰ ق م کے دور میں عبرانی نسخے سے کیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ روایت ہے

کہ اس کام میں ۷۰ علمائے حصہ لیا۔ یہودیوں کے نزدیک یہ مستند ترین تراجم میں سے ہے۔

۵